© rasailojaraid.com

محمد الیاس میراں پوری

مفسرِ قرآن، مجاہدِ آزادی------- مولانا عبیداللہ سندھی رحمتہ اللہ علیہ

برصغیر پاک و ہند کی تاریخ، ایسی شخصیات سے بھری ہوئی ہے، جنہوں نے آزادیٔ وطن اور اسلام کی ترویج و اشاعت کے لئے جاہ و منصب اور عزت و شہرت کی طلب، قید و بند کی صعوبتوں اور جلاوطنی کی اذیتوں سے بے نیاز اور بے خوف و خطر ہو کر اپنے اعلیٰ نصب العین کے لئے عمر بھر قربانیاں دیں۔ شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ کا جذبہ جہاد ہو، یا امام الہند مولانا ابوالکلام آزادؒ کا تبحر علم، امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کی خطابت ہو، یا شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنیؒ کا تقویٰ، ظفر علی خانؒ کی صحافت ہو، یا شورش کاشمیریؒ کا شعر و سخن----- اپنے اپنے میدان میں یہ سب لوگ ایسے تھے کہ جن کے وجودِ مسعود کا خمیر، اخلاص و للّٰہیت کی مٹی سے اٹھا تھا، جو لوگ عنداللہ ہمیشہ مقبول رہے اور عندالناس ہر دور میں عزت و تکریم سے نوازے گئے۔ ان عظیم شخصیات میں ایک عظیم شخصیت مولانا عبیداللہ سندھیؒ کی بھی ہے۔

مولانا عبیداللہ سندھیؒ ۱۰، مارچ ۱۸۷۲ء کو ''چیاں والی'' ضلع سیالکوٹ کے ایک سکھ گھرانے میں پیدا ہوئے۔ ان کا پیدائشی نام بوٹا سنگھ تھا۔ ان کے والد رام سنگھ، ان کی ولادت سے چار ماہ پہلے وفات پا گئے لہٰذا بچپن ہی میں وہ اپنی والدہ کے ہمراہ، ماموں کے ہاں جام پور (ضلع ڈیرہ غازی خان) میں آ کر بس رہے اور اردو مڈل سکول جام پور میں داخل کروائے گئے۔

۱۸۸۴ء میں ان کے آریہ سماجی ہم جماعت نے ایک نومسلم عالم مولانا عبیداللہ مالیر کوٹلویؒ کی شہرہ آفاق تصنیف ''تحفۃ الہند'' انہیں مطالعہ کے لئے دی، جس کا مطالعہ کرنے سے مولانا کے دل کی کایا پلٹ گئی، مولانا نے اسلام قبول کر لیا اور ''تحفۃ الہند'' کے مصنف سے عقیدت کی بنا پر اپنا نام ''عبیداللہ'' رکھ لیا۔ مولانا مسلمان ہونے کے بعد، چھپ چھپ کر نمازیں پڑھتے تھے، لیکن مولانا کو یہ طریقہ پسند نہیں تھا، وہ چاہتے تھے کہ وہ آزادنہ طور پر مسلمانوں کی سی زندگی بسر کریں۔ چنانچہ ۱۵ راگست ۱۸۸۷ء کو گھر سے نکل کھڑے ہوئے۔ مختلف علاقوں سے ہوتے ہوئے سندھ میں، بھرچونڈی شریف کے مشہور صوفی بزرگ حضرت حافظ محمد صدیقؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حافظ صاحب مرحوم نے مولانا کو بیٹوں کی طرح پالا، مولانا کی ایسے طریقے سے تربیت کی، کہ مولانا کے قدم صراطِ مستقیم پر مستحکم ہو گئے۔ حافظ صاحب مرحوم نے مولانا سندھیؒ کو رخصت کرتے وقت دعا دی کہ ''خدا تجھے کسی راسخ عالم سے ملا دے۔''

بھرچونڈی شریف میں اپنے فاضل استاد سے فیض یاب ہونے کے بعد، مولانا سندھیؒ دین پور چلے آئے، وہاں مولانا غلام محمد صاحبؒ کی خدمت میں رہ کر ابتدائی کتابیں پڑھیں۔ اکتوبر ۱۸۸۸ء میں انہیں دارالعلوم دیوبند میں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

داخلہ مل گیا۔ حافظ محمد صدیقؒ کی دعا قبول ہوئی۔ اور مولانا سندھیؒ، حضرت شیخ الہندؒ کے درس میں باقاعدہ بیٹھنے لگے۔ ۱۸۹۱ء میں شیخ الہندؒ سے ان کی دعائیں لے کر امروٹ شریف روانہ ہوگئے۔ امروٹ شریف کے سجادہ نشین مولانا تاج محمود امروٹیؒ کی خواہش پر مولانا سندھیؒ نے درس وتدریس کا سلسلہ شروع کیا اور ان کے کہنے پر، اسلامیہ کالج سکھر کے ماسٹر مولوی محمد عظیم خان کی دختر نیک اختر سے ان کا نکاح ہوگیا۔ ۱۹۰۱ء میں مولانا، سندھ کے ایک بڑے روحانی مرکز گوٹھ پیر جھنڈا منتقل ہوگئے۔ جہاں پیر صاحب جھنڈا کی سرپرستی میں، انہوں نے ''دارالارشاد'' کی بنیاد رکھی۔

مولانا عبیداللہ سندھیؒ کچھ عرصہ سندھ کے علاقوں میں رہے۔ اس دوران حضرت شیخ الہندؒ نے انہیں دیوبند طلب فرمایا اور سامراج دشمن بنیادوں پر تحریکی اور تنظیمی سرگرمیاں کرنے کے لئے ''جمعیت الانصار'' کی تاسیس کا کام ان کے سپرد کیا۔ مولانا نے اپنے مرشد ومربی حضرت شیخ الہندؒ کے مشورہ پر ۱۹۱۲ء میں دہلی میں ''نظارۃ المعارف'' کی بنیاد رکھی۔ شیخ الہندؒ، حکیم محمد اجمل خانؒ، اور نواب وقار الملکؒ ایسے بزرگ اس عظیم ادارے کے سرپرست بنے۔ یہاں شاہ ولی اللہ دہلوی رحمتہ اللہ علیہ کی تعلیمات کی روشنی میں سیاسی اور معاشی تبدیلیوں کی حکمت عملی کا درس دیا جاتا تھا۔ ۱۹۱۴ء میں پہلی عالمی جنگ شروع ہوئی تو براعظم سے بیشتر فرنگی فوج مشرق وسطیٰ اور یورپ کے محاذ پر روانہ ہوگئی۔ حضرت شیخ الہندؒ اور ان کے جاں نثار رفقاء نے اس موقع کو غنیمت جانتے ہوئے، سرحد کے آزاد قبائل کو انگریزوں کے خلاف جہاد پر آمادہ کرنے کا کام، مولانا فضل واحد المعروف بہ حاجی صاحب ترنگ زئیؒ اور مولانا فضل ربیؒ کے سپرد کیا۔ مولانا عزیر گلؒ حضرت شیخ الہندؒ اور حاجی صاحبؒ کے درمیان مسلسل رابطہ قائم رکھے ہوئے تھے۔ حضرت شیخ الہندؒ نے مولانا عبیداللہ سندھیؒ کو کابل روانہ فرمایا، حضرت شیخ الہندؒ یہ چاہتے تھے کہ امیر افغانستان برعظیم پر حملہ کردے۔ اور ادھر حاجی صاحب ترنگ زئیؒ اور مولانا فضل ربیؒ قبائلی لشکر کے ساتھ مل کر انگریزی علاقوں پر چڑھائی کردیں۔ ادھر برعظیم کے مسلمان انگریزوں کے خلاف اٹھ کھڑے ہوں۔ انگریز ان دنوں یورپ اور مشرق وسطیٰ کے محاذوں پر جرمنی اور ترکی کے خلاف آزما تھے، اس لئے وہ برعظیم کا دفاع نہیں کرسکیں گے۔ اور بالآخر عظیم آزاد ہوجائے گا۔ مولانا سندھیؒ ۱۵؍اکتوبر ۱۹۱۵ء کو کوئٹہ اور قندھار سے ہوتے ہوئے کابل پہنچ گئے۔ ان کی آمد سے تیرہ روز قبل حضرت شیخ الہندؒ ہی کا منظم کردہ ہندوستانی، ترکی، جرمن، ''مشن'' قابل پہنچ چکا تھا۔ اس مشن کی یہ خواہش تھی کہ افغانستان فوراً برعظیم پر حملہ کردے۔ اس لئے جب مولانا کابل پہنچے، تو ان دنوں وہاں سیاسی سرگرمیاں زوروں پر تھیں۔ انہی ایام میں مولانا سندھیؒ، راجہ مہندر پرتاب اور مولوی محمد برکت اللہ بھوپالی نے کابل میں ''حکومت موقتہ ہند'' کی بنیاد رکھی۔ روس اور جاپان سے مسلسل رابطہ رکھا گیا۔

مولانا سندھیؒ کی کابل روانگی کے بعد، حضرت شیخ الہندؒ اپنے مشن کی تکمیل کے سلسلے میں حجاز مقدس تشریف لے گئے۔ تاکہ وہاں کے ترک گورنر کے توسط سے حکومت ترکیہ سے رابطہ قائم کریں۔ اور اسے اس پر آمادہ کریں کہ وہ روس یا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ایران کے راستے افغانستان کی فوجی مدد کرے۔ تاکہ افغانستان برعظیم پر حملہ کردے۔ کابل میں قیام کے دوران، مولانا سندھیؒ نے اپنی پوری سکیم چند ریشمی رومالوں پر لکھ کر عبدالحق نامی، ایک قاصد کے ذریعے شیخ عبدالرحیم سندھی کے پاس حیدر آباد، سندھ روانہ کی اور انہیں یہ پیغام بھیجا کہ وہ کسی معتبر حاجی کے ذریعے سے یا خود مکہ مکرمہ جا کر یہ خطوط حضرت شیخ الہندؒ کی خدمت میں پہنچا دیں۔ جب یہ قاصد ملتان پہنچا تو اپنے قدیم مربی، خان بہادر رب نواز خان سے ملنے چلا گیا۔ خان بہادر نے باتوں باتوں میں اس سے تمام راز اگلوا لیا اور انگریزوں کی خوشنودی کے حصول کے لئے اسے ملتان ڈویژن کے کمشنر کے حوالے کر دیا۔ خطوط کی برآمدگی کے بعد حکومت چوکنی ہوگئی اور سینکڑوں افراد کو اس سازش میں شریک ہونے کے الزام میں گرفتار کر لیا۔ ادھر انگریزوں نے مکہ کے گورنر سے مل کر شیخ الہندؒ کو ان کے رفقاء سمیت گرفتار کر کے مالٹا میں نظر بند کر دیا۔

۱۹۱۹ء میں انگریزوں اور افغانوں کے درمیان ایک جنگ ہوئی، جو افغانستان کی تاریخ میں ''جنگِ استقلال'' کے نام سے یاد کی جاتی ہے۔ اس جنگ کے نتیجے میں انگریزوں نے افغانستان کو خود مختار مملکت تسلیم کر لیا اور اس وقت کے امیر افغانستان، امان اللہ خان سے کہا کہ انگریزوں کے خلاف کابل میں جو کام ہو رہا ہے، اسے بند کردیں۔ حکومتِ افغانستان نے مولانا سندھیؒ اور ان کے رفقاء کو سیاسی سرگرمیاں بند کرنے کا حکم دے دیا۔

۱۹۳۷ء میں جب برعظیم کے متعدد صوبوں میں کانگریس برسرِ اقتدار آئی، تو کانگریسی رہنماؤں نے مولانا سندھیؒ کی واپسی کے لئے برطانوی حکومت پر دباؤ ڈالا۔ اِدھر برطانوی حکومت کو بھی اپنے جاسوسوں کے ذریعے اس بات کا یقین ہوگیا تھا کہ مولانا سندھیؒ سیاست سے بالکل کنارہ کش ہو چکے ہیں۔ چنانچہ انہیں وطن واپس آنے کی اجازت مل گئی۔ ۱۹۳۹ء میں مولانا وطن لوٹ آئے۔ جلاوطنی کے زمانے میں، مولانا روس بھی تشریف لے گئے اور اشتراکی انقلاب کو قریب سے دیکھا۔ کچھ عرصہ حجاز اور ترکی میں بھی گزارا۔ اس سارے عرصے میں ہندوستان کی آزادی اور مسلمانوں میں انقلابی فکر کی بیداری، مولانا کا مشن رہا۔ انہیں حضرت شاہ ولی اللہؒ کی تعلیمات کے ایک بلند مرتبہ شارح کی حیثیت حاصل ہوگئی تھی۔ مولانا کی تفسیر ''الہام الرحمٰن'' ایک خاص انداز میں ولی اللّٰہی طرزِ تفسیر ہی کی توسیع ہے۔ وہ جہاں جہاں گئے، اپنے علم وفضل کی گونج چھوڑ آئے۔ وطن واپسی کے بعد مولانا سندھیؒ کا قیام جامعہ ملیہ دہلی میں رہا۔

مولانا سندھیؒ، سندھ کے دورے کے دوران بیمار ہوگئے۔ اپنی بیٹی کے پاس دین پور تشریف لے گئے اور بالآخر ۲۲ راگست ۱۹۴۴ء کو اسلام کا یہ عظیم فرزند اور مفسر قرآن داعی اجل کو لبیک کہہ گیا۔ ان کے جسدِ خاکی کو ان کے مرشد مولانا غلام محمد دین پوریؒ کے قدموں میں دفن کیا گیا۔

© rasailojaraid.com